Fikr-o-Nasar (Islamabad) 2:5-6 (1964)

طلاق کے احکام

(۴)

عمر احمد عثمانی

(ہمارے فاضل و فقیہ مقالہ نگار نے عنوان بالا پر اپنے پر مغز مقالے کی پہلی دو قسطوں میں آیات قرآنی اور ان کی ائمہ سلف کی تفاسیر کی روشنی میں یہ واضح کیا تھا کہ بیک وقت یا مختصر سے وقفوں کے ساتھ (یعنی ہر طہر میں ایک ایک کر کے) کئی کئی طلاقیں دینا قران حکیم کے منشاء کے مخالف ہے اس لئے انہیں نافذ ہرگز نہیں تسلیم کیا جاسکتا ۔ اس قرآنی مسلک کے خلاف بعض ائمہ نے ایسی غیر مشروع طلاقوں کے نافذ ہو جانے کے لئے جن احادیث کو دلیل قرار دیا تھا ، ان پر تنقید و تبصرہ اس مقالے کی تیسری قسط میں پیش کیا گیا تھا ، جو گذشتہ ماہ کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے ۔

ہمارے فاضل دوست کے طرز تحریر کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ مسئلے کے ہر گوشے پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنی ذاتی تنقید کو ائمہ سلف کی تنقیدات کا ہمیشہ تابع رکھتے ہیں ۔ چنانچہ گذشتہ اشاعت میں پیش کردہ احادیث کے بارے میں وہ امام ابن تیمیہ اور دوسرے ائمہ کی آراء کو اپنی تائید میں پیش فرماتے ہیں ۔

مدیر)

اس ضمن میں امام ابن تیمیہ رح نے بڑی عمدہ بحث فرمائی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس بحث کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا جسے ہم یہاں نقل کئے دیتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

وہ تمام حدیثیں جو اس سلسلہ میں نقل کی جاتی ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم لیکر تین طلاقوں کو جو ایک ساتھ دی گئی تھیں نافذ فرمادیا تھا۔ یا یہ کہ کسی نے آپ ص کے زمانے میں ایک ساتھ تین طلاقیں دے دی تھیں اور آپ نے ان کو نافذ کردیا تھا - اسی قسم کی ایک حدیث حضرت علی رض سے اور دوسری ایک حدیث حضرت عبادہ ابن الصامت سے نقل کی جاتی ہے۔ تیسری ایک حدیث حسن رح سے ابن عمر رض کی نقل کی جاتی ہے - وغیرہ ذلک۔ تو یہ تمام حدیثیں علمائے حدیث کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہیں - بلکہ سب کی سب موضوع ہیں - جو حضرات تنقید حدیث کے علم سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ تمام روایات موضوع ہیں۔ یہ بات اپنے مقام پر تفصیل کے ساتھ بیان کی جاچکی ہے۔ ابن عباس رض کی روایت کے مقابلہ میں سب سے بڑی قوی دلیل ان حضرات کی یہ ہے کہ مختلف سندوں سے خود ابن عباس رض سے ثابت ہے کہ انہوں نے اس روایت کے خلاف فتویٰ دیا تھا - یعنی انہوں نے ایسی طلاقوں کو تین طلاقیں شمار کیا تھا۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عباس رض ہی سے عکرمہ کی سند سے یہ بھی منقول ہے کہ ابن عباس رض ایسی طلاقوں کو ایک طلاق شمار کیا کرتے تھے - اور عکرمہ کی سند سے ابن عباس سے وہی کچھ ثابت ہے جو طاؤس کی سند سے انہوں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق مرفوعاً بیان کیا ہے - اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف ثابت نہیں ہو سکا۔ حضور ص سے مرفوعاً ثابت ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی تھیں مگر حضور ص نے ان طلاقوں کو رد فرمادیا - امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں بیان کرتے ہیں کہ ہم سے سعید ابن ابراهیم نے بیان کیا ' ان سے ان کے والد نے ابن اسحق سے نقل کیا ہے کہ مجھ سے داؤد ابن الحصین نے حدیث بیان کی، عکرمہ کے واسطہ سے جو حضرت ابن عباس رض کے آزاد کردہ غلام تھے کہ رکانہ ابن عبد یزید نے جو مطلب کے بھائی تھے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدی تھیں جس پر انہیں بعد میں شدید رنج ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رکانہ سے پوچھا کہ تو نے اپنی بیوی کو کس طرح طلاق دی تھی؟ رکانہ رض نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے اسے تین طلاقیں دی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ایک ہی مجلس میں؟ رکانہ رض نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تینوں طلاقیں ایک ہی طلاق ہیں لہذا تم چاہو تو اپنی بیوی سے رجوع کرلو - چنانچہ رکانہ رض نے رجوع کرلیا تھا - اور ابن عباس رض فرمایا کرتے تھے کہ طلاق طہر کے وقت ہونی چاہئے۔"
میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں ابن اسحق نے حدثنی داؤد (مجھ سے داؤد نے حدیث بیان کی) کہا ہے اور داؤد امام مالک کے استادوں میں سے ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں - اور ابن اسحق جب حدثنی (مجھ سے فلاں نے حدیث بیان کی) کہیں، تو علمائے حدیث کے نزدیک ان کی روایت قابل اعتماد

ہوتی ہے - یہ بڑی عمدہ سند ہے۔ اس کی تائید ایک دوسری سند سے بھی ہوجاتی ہے جسے امام ابو داؤد نے اپنی سند میں نقل کیا ہے - لیکن امام داؤد نے اس عمدہ سند کو بیان نہیں کیا - (یہ سند شاید ان کو نہ پہنچی ہو) اسی وجہ سے انہیں یہ خیال ہوگیا کہ جس روایت میں رکانہ رضہ کا ایک طلاق بائن دینا بیان ہوا ہے وہ زیادہ صحیح ہے - لیکن بات وہ نہیں ہے جو امام ابو داؤد نے فرمائی ہے- کیونکہ امام احمد ابن حنبل رحہ نے ابن اسحق ہی کی روایت کو اس دوسری روایت پر ترجیح دی ہے - اور فیصلہ وہی ہے جو امام احمد رحہ نے فرمایا ہے - دوسرے مقام پر ہم اس موضوع پر تفصیل سے بحث کرچکے ہیں - رکانہ رضہ کی حدیث میں دو سندوں سے ابن عباس رضہ سے یہی منقول ہے اور ابن عباس رضہ سے عکرمہ کی بھی یہی روایت ہے اور اس کی بھی دو سندیں ہیں - یہ سند عبداللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ اور نافع ابن عجین کی سند سے زیادہ قوی ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ رکانہ رضہ نے اپنی بیوی کو بتہ طلاق دی تھی اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نےان سے قسم لیکر پوچھا تھا کہ کیا ان کی نیت ایک ہی طلاق کی تھی ؟ یہ تمام راوی مجہول ہیں جن کے حالات کا کچھ پتہ نہیں اور نہ ہی وہ فقیہ ہیں - ان کی حدیث کو امام احمد ابن حنبل رحہ ، ابو عبید رحہ، اور ابن حزم رحہ وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے - امام احمد ابن حنبل رحہ کا ارشاد ہے کہ رکانہ رحہ کی حدیث بتہ کے لفظ کے ساتھ کچھ بھی نہیں ہے - نیز انہوں نے فرمایا ہے کہ رکانہ رضہ کی یہ حدیث کہ انہوں نےاپنی بیوی کو بتہ کے لفظسے طلاق دی تھی سنداً ثابت نہیں ہے - کیونکہ ابن اسحق اسی واقعہ کو داؤد ابن الحصین سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس نے بیان کیا کہ رکانہ رضہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں - اور مدینہ منورہ والے عموماً تین طلاقوں ہی کو بتہ طلاق دینا کہا کرتے تھے - آپ نے دیکھا کہ امام احمد ابن حنبل رحہ نے بتہ والی حدیث کے غلط ہونے پر اسی دوسری روایت سے استدلال فرمایا ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ رکانہ رضہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں - اور ساتھ ہی یہ بھی بتادیا ہے کہ مدینہ منورہ کے لوگ اس شخص کو جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہوں اسی طرح تعبیر کرتے تھے کہ اس نے اپنی بیوی کو بتہ طلاق دیدی ہے - اس سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ امام احمد رحہ کے نزدیک ابن اسحق کی روایت ہی زیادہ قابل وثوق ہے - اس کے علاوہ دیگر حفاظ نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔ یہ سند یعنی جس میں ابن اسحق نے کہا ہے کہ مجھ سے داؤد ابن الحصین نے حدیث بیان کی اور انہوں نے عکرمہ سے نقل کیا اور انہوں نے ابن عباس رضہ سے - یہ سند امام احمد ابن حنبل اور دیگر علماء کے نزدیک ثابت ہے - اسی سند سے ابن اسحق نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو گذشتہ نکاح کے ساتھ ہی ان کے خاوند کے پاس (جب وہ اسلام لے آئے تھے) واپس کردیا تھا - اس حدیث کو بھی امام احمد ابن حنبل اور دیگر علماء نے صحیح قرار دیا ہے -

اصول یہ ہے کہ ابن اسحق جب حدثنی (مجھ سے حدیث بیان کی) کے لفظ کے ساتھ

روایت کریں تو وہ محدثین کے نزدیک صحیح ہوا کرتی ہے۔ البتہ جب وہ گول مول الفاظ میں روایت کریں تو ابن اسحق پر تدلیس کا (کہ اصل استاد کا نام حذف کرکے استاذ الاستاذ کا نام عن کے ساتھ کہہ جائیں) شبہ کیا جاسکتا ہے۔ امام ابو داؤد نے اپنی سند میں ابن عباس رضہ کی اس روایت کو ایک دوسری سند سے بھی بیان کیا ہے۔ یہ دونوں حدیثیں بھی طاؤس کی تائید کرتی ہیں جو انہوں نے ابن عباس سے نقل کی ہے۔

امام احمد ابن حنبل رحہ ابتداً طاؤس کی اس حدیث کے مقابلہ میں فاطمہ بنت قیس کی روایت پیش کیا کرتے تھے کہ ان کے شوہر نے ان کو تین طلاقیں دیدی تھیں۔ امام احمد ابن حنبل ان دنوں اس بات کو جائز سمجھتے تھے کہ آدمی اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیدے۔ لیکن بعد میں امام احمد ابن حنبل رحہ نے اس سے رجوع فرمایا تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے قرآن کریم پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ قرآن نے جس طلاق کا ذکر کیا ہے وہ صرف رجعی طلاق ہی ہے۔ چنانچہ ان کا مذہب یہی ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں نہیں دی جاسکتیں۔ امام احمد رحہ کے تمام اصحاب کا مذہب بھی یہی ہے۔ فاطمہ بنت قیس رضہ کی روایت کے متعلق یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ ان کو تین طلاقیں مختلف اوقات میں دی گئی تھیں۔ ایک وقت میں نہیں، امام احمد رحہ کے نزدیک حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں اس مضمون کی ثابت ہوچکی ہیں کہ جو شخص تین طلاقیں بیک وقت دیدے اسے ایک طلاق ہی لازم ہوتی ہے اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات اس کے خلاف ثابت نہیں ہوسکی۔ بلکہ قرآن کریم کا حکم بھی اسی کے مطابق ہے۔ امام احمد رحہ کے نزدیک کسی کام کی ممانعت اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بات غلط ہے۔ لہذا یہ تمام نصوص اور اصول ثابتہ بھی اس امر کے مقتضی ہیں کہ ان کا مذہب یہی ہو کہ ایسے آدمی کو ایک طلاق ہی لازم ہو۔ اور وہ رکانہ رضہ کی حدیث کے مطابق فتویٰ دینے سے اولا اس لئے گریز کیا کرتے تھے کہ یہ حدیث بیک وقت تین طلاقیں دینے کے جواز کے خلاف تھی۔ اس لئے شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید وہ حکم منسوخ ہوگیا ہو۔ لیکن بعد میں امام احمد نے اس معارضہ کے خیال ہی سے رجوع فرمالیا تھا اور ان پر یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ تعارض کی یہ بات غلط ہے اور تین طلاقیں بیک وقت دیدینا جائز نہیں ہے لہذا ان کے اصول کے مطابق ان نصوص پر عمل کرنا ضروری ہوگا جو معارضہ سے ہر طرح محفوظ ہیں۔ (۱)

بلا شبہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحہ کی فقہی رائے اور ان کے فقہی استدلال سے اختلاف کرنے کی گنجائش ہر شخص کو ہوسکتی ہے۔ لیکن جہاں تک علل حدیث کے بیان کا تعلق ہے یا جہاں تک نقل مذاہب کا تعلق ہے، امام ابن تیمیہ رحہ کے بیان کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ مختلف احادیث پر امام ابن تیمیہ رحہ نے جو کلام فرمایا ہے، خصوصاً وہ تنقید جو انہوں نے امام احمد

ابن حنبل رح سے نقل فرمائی ہے۔ وہ ایک امام فن کی تنقید ہونے کی حیثیت سے اپنی جگہ پر اٹل اور بڑی وزنی چیز ہے - خصوصیت کے ساتھ امام احمد بن حنبل رح کے متعلق جو انہوں نے یہ بیان فرمایا ہے کہ " وہ ابتداءاً خود بھی بیک وقت دی ہوئی تین طلاقوں کے جواز کے قائل تھے۔ لیکن بعد میں انہوں نے اس رائے سے رجوع فرمالیا تھا اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے قرآن کریم پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ قرآن نے جس طلاق کا ذکر کیا ہے وہ محض رجعی طلاق ہی ہے - ایک ایسی بات ہے کہ اس میں تو شبہ کی کوئی گنجائش نکالی ہی نہیں جاسکتی۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ امام ابن تیمیہ رح خود بھی فقہ حنبلی کے ایک جلیل القدر امام ہیں۔ لہذا امام احمد ابن حنبل رح کے متعلق ان کا بیان ہر حال میں شکوک و شبہات سے بالا تر ہونا چاہئے -

امام ابن تیمیہ رح نے حضرت رکانہ کی اس حدیث کے متعلق کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ (قطعی طلاق) دی تھی اور ان کی نیت ایک ہی طلاق کی تھی، امام احمد ابن حنبل رح کا جو فیصلہ نقل فرمایا ہے کہ — "وہ حدیث کچھ بھی نہیں ہے" — وہ سند " ثابت نہیں ہے " اور یہ کہ — " مدینہ منورہ کے لوگ عام طور پر تین طلاقوں ہی کو بتہ کے لفظ سے تعبیر کردیا کرتے تھے " — اسی طرح دوسری روایت کے متعلق کہ — رکانہ رض نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک طلاق شمار فرماکر انہیں رجوع کرلنے کی اجازت دیدی تھی - امام ابن تیمیہ رح نے محمد ابن اسحق کے متعلق جو اس روایت کے راوی ہیں محدثین کا جو فیصلہ نقل کیا ہے کہ جب وہ حدثنی کے لفظ سے روایت بیان کی تو ان کی حدیث صحیح ہوا کرتی ہے - کیونکہ اس صورت میں ان پر تدلیس کا شبہ نہیں کیا جاسکتا اور اس حدیث میں انہوں نے حدثنی کے لفظ سے ہی روایت نقل فرمائی ہے اور یہ کہ امام احمد بن حنبل رح نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے اور بتہ والی روایت کے خلاف انہوں نے اسی حدیث کو پیش فرمایا ہے - یہ تمام ایسی باتیں ہیں جن سے کوئی ایسا شخص ہی انکار کی جرأت کرسکتا ہے جسے علم و بصیرت سے کچھ بھی حصہ نہ ملا ہو اور جو امام ابن تیمیہ رح اور امام احمد ابن حنبل رح کی جلالت شان سے بالکل ہی

بے بہرہ ہو — امام ابن تیمیہ کی ان تمام تصریحات کے بعد ایسا شخص جو مسئلہ کو واقعی سمجھنا چاہتا ہو اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں قرآن، سنت رسول اور قیاس ہر اعتبار سے نہ صحیح ہیں اور نہ نافذ ہوسکتی ہیں نیز وہ کبھی بھی امام ابو داؤد کی آڑ لیکر بتہ والی روایت کو ترجیح دینے اور محمد ابن اسحق کی روایت کو رد کردینے کی جسارت نہیں کرسکے گا ۔

بہر حال یہ وہ کل چار روایتیں تھیں جو ان حضرات کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں جو بیک وقت دی ہوئی تین طلاقوں کے نافذ ہوجانے اور اس طرح پر طلاقیں دی ہوئی عورت کے مغلظہ طور پر حرام ہوجانے کے قائل ہیں ۔ شروع کی تین روایتوں کے متعلق ہم ان احادیث کے ذیل میں مختصر طور پر پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے ۔ آخری چوتھی روایت جو حضرت رکانہ رض کے واقعۂ طلاق سے متعلق ہے اور جسے ان حضرات کی طرف سے بہت زیادہ اہمیت دی جاتی رہی ہے ۔ اس کا مفصل حال امام ابن تیمیہ رح کی تصریحات سے ہمارے سامنے آچکا ہے ۔ لہذا اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ ان حضرات کی تائید میں نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کی کوئی ایک آیت بھی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی مرفوع حدیث بھی موجود نہیں ہے جو ضعف یا اشتباہ سے خالی ہو، تو قطعاً کوئی مبالغہ نہیں ہوگا ۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی تصریحات ان کے صراحۃً خلاف ہیں اور صحیح احادیث بھی ان کے خلاف ہی جاتی ہیں ۔ در اصل ان حضرات کا مسلک نہ قرآن کریم پر مبنی ہے اور نہ سنت صحیحہ پر ۔ وہ در اصل مبنی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ و تابعین کے فتاویٰ اور اقوال پر جن کا حال ہم آگے بیان کریں گے ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرات صحابۂ کرام اور تابعین کی بڑی جماعت اسی طرف گئی ہے کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دے دی جائیں تو وہ نافذ ہوجاتی ہیں ۔ لیکن یہ کہنا بڑی زیادتی ہوگی کہ سارے ہی صحابہ اور کل کے کل تابعین اسی مسلک کے پیرو تھے ۔ صحابہ و تابعین کی اکثریت

کے خلاف بعض صحابہ و تابعین ایسے بھی ھیں جن سے ان کے خلاف منقول ھے۔ مجھے بڑا افسوس ھے کہ اس مسئلہ میں ھمارے علمائے کرام کی طرف سے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی رھی ھے کہ پوری امت میں سے کوئی امام اس مسلک کا مؤید نہیں ھے کہ بیک وقت دی ھوئی تین طلاقیں شمار نہیں ھوتیں بلکہ ایک طلاق شمار ھوتی ھے - لے دے کر صرف امام ابن تیمیہ رح امام ابن حزم رح اور امام ابن القیم رح یہی تین شخصیتیں ایسی ھیں جنہوں نے یہ بدعت فرمائی ھے کہ اجماع امت کے خلاف یہ نیا مسئلہ گھڑ کر ایک فتنہ کو ھوا دے دی - ورنہ ان سے پہلے امت کے اندر اس مسئلہ میں دو رائیں نہیں تھیں - حالانکہ یہ بات واقعات کے بالکل ھی خلاف ھے - ھم ابھی ابھی دیکھ چکے ھیں کہ امام احمد ابن حنبل رح کا آخری مسلک یہی تھا اور اس سے پہلے وہ اگر تین طلاقوں کے نافذ ھوجانے کے قائل تھے تو انہوں نے اس سے رجوع فرمالیا تھا - علاوہ ازیں شیخ الاسلام محمد ابن علی شوکانی رح کی تصریح کے مطابق اور بھی بہت سے صحابہ ، تابعین اور ائمہ فقہ ان کے ساتھ ھیں - علامہ شوکانی رح فرماتے ھیں کہ :

> اھل علم کی ایک جماعت اس طرف گئی ھے کہ طلاق کے بعد طلاق نہیں پڑتی - بلکہ اس طرح ایک ھی طلاق واقع ھوتی ھے۔ صاحب بحر نے ابو موسیٰ اشعری رضہ کا یہی مسلک نقل کیا ھے - حضرت علی رضہ کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ھے - اسی طرح ابن عباس رضہ کی بھی ایک روایت یہی ھے - ان کے علاوہ طاؤس۔ عطاء - جابر بن زید بن ھادی - قاسم- باقر- ناصر - احمد بن حنبل - عبداللہ ابن موسیٰ بن عبداللہ کا مسلک بھی یہی ھے - اور زید بن علی کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ھے - اور متاخرین کی ایک بڑی جماعت بھی اسی طرف گئی ھے - ان میں سے ابن تیمیہ رح ، ابن القیم اور محققین کی ایک جماعت قابل ذکر ھیں - ابن المغیث نے اپنی کتاب ''الوثائق'' میں محمد ابن وضاح سے بھی یہی نقل کیا ھے- اور مشائخ قرطبہ کا فتویٰ بھی اس کے مطابق نقل کیا ھے- مثلاً محمد ابن بقی - محمد ابن عبدالسلام وغیرہ - ابن المنذر نے ابن عباس رضہ کے اصحاب کا مسلک بھی اس کے مطابق نقل کیا ھے - مثلاً عطاء - طاؤس - عمر و بن دینار - ابن مغیث نے اپنی اسی کتاب میں حضرت علی رضہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضہ - حضرت عبدالرحمن رضہ ابن عوف اور حضرت زبیر رضہ کے اقوال بھی اس کے مطابق نقل کئے ھیں - (۲)

لہذا یہ کہنا بڑی ھی زیادتی ھے کہ امت میں سے سوائے تین آدمیوں کے اور کوئی امام یا عالم اس کا قائل نہیں رھا ھے کہ بیک وقت دی ھوئی

تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوں گی - اور تین آدمی محض ابن حزم، ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمہم اللہ تعالیٰ ہی ہیں - ورنہ ان سے پہلے تقریباً پوری امت کا اس پر اجماع تھا کہ اگر تین طلاقیں بیک وقت دیدی جائیں تو وہ نافذ ہوجاتی ہیں اور بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے - ہم دیکھ چکے ہیں کہ یہ تینوں حضرات تنہا نہیں ہیں بلکہ جلیل القدر اصحاب رسول اور تابعین اور دیگر ائمہ فقہ حتی کہ امام احمد بن حنبل رح بھی ان کے ساتھ ہیں - رہ گئی یہ بات کہ حضرات صحابہ، تابعین اور ائمہ فقہ کی اکثریت کا فیصلہ یہ کیوں تھا کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں نافذ ہوجاتی ہیں اور وہ تین طلاقیں ہی شمار ہوتی ہیں - ایک طلاق شمار نہیں ہوتی ؟ اس کے اسباب و وجوہ پر ہم تفصیل کے ساتھ آگے روشنی ڈالیں گے -

اس مضمون کی پچھلی قسط میں ہم وہ چاروں روایتیں نقل کرچکے ہیں جو وہ حضرات اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں جو تین طلاقوں کے نفاذ کے قائل ہیں اور ساتھ ہی ان روایات کا حال بھی ہم واضح کرچکے ہیں - اس کے بعد ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ جو حضرات بیک وقت دی ہوئی تین طلاقوں کے نفاذ کے قائل نہیں ہیں بلکہ انہیں صرف ایک طلاق تسلیم کرتے ہیں وہ کونسی روایات اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں اور ان روایات کا کیا حال ہے-

(۱) سب سے پہلے تو حضرت رکانہ رض کی وہی روایت ہے جو ادھر گذر چکی ہے اور جسے امام احمد بن حنبل رح نے اپنی مسند میں محمد ابن اسحق کی سند سے اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں ایک دوسری سند سے درج فرمایا ہے - اس روایت کے متعلق ہم تفصیل سے کہہ چکے ہیں اس لئے اسے دھرانے کی ضرورت نہیں ہے - لیکن اتنی سی بات پر ہم دوبارہ تنبیہ کردینا چاہتے ہیں کہ اس روایت کو ''بتہ'' کے لفظ کے ساتھ جن حضرات نے بیان کیا ہے، اسے اگرچہ امام ابو داؤد نے ترجیح دی ہے - لیکن اس کے برعکس اسی روایت کو جن راویوں نے تین طلاقوں کے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اسے امام احمد بن حنبل رح نے ترجیح دی ہے - امام احمد بن حنبل رح اور امام داؤد میں جو فرق ہے وہ علمائے حدیث پر مخفی نہیں ہے - امام ابو داؤد شاگرد ہیں اور امام احمد بن

حنبل رح استاد ھیں - بلکہ امام ابو داؤد (جیسا کہ مشہور ھے) فقہ حنبلی کے مقلد ھیں - لہذا امام احمد کے مقابلہ میں امام ابو داؤد کی رائے کو ترجیح نہیں دی جاسکتی - ویسے بھی امام احمد ابن حنبل رح اور امام ابوداؤد کا کوئی مقابلہ نہیں ھے - لہذا وھی روایت صحیح ھونی چاھئے جسکو امام احمد ابن حنبل رح نے ترجیح دی ھے - اور جس میں یہ بیان کیا گیا ھے کہ حضرت رکانہ رض نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک طلاق شمار فرماکر انھیں رجوع کرلینے کا حق عطا فرمایا تھا -

(۲) دوسری روایت حضرت ابن عباس رض کی ھے جسے طاؤس نے ان سے نقل کیا ھے - یہ روایت مسند احمد ابن حنبل کے علاوہ صحیح مسلم میں بھی موجود ھے اور سند کے اعتبار سے نہایت ھی صحیح حدیث ھے - روایت یہ ھے :

> طاؤس نے ابن عباس رض سے روایت کی ھے کہ انھوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رض کے زمانہ میں اور دو سال تک حضرت عمر رض کی خلافت میں تین طلاقیں ایک طلاق شمار ھوتی تھیں - حضرت عمر رض نے فرمایا کہ لوگوں نے اس معاملہ میں جلد بازی سے کام لینا شروع کردیا ھے - جس میں ان کے لئے حلم اور وقار ضروری تھا - لہذا ھم کیوں نہ ان طلاقوں کو ان پر نافذ کردیں - چنانچہ حضرت عمر رض نے ان طلاقوں کو ان پر نافذ کردیا -
> (مسند احمد و صحیح مسلم)

> طاؤس ھی کی ایک دوسری روایت میں ھے کہ ابو الصہباء نے حضرت ابن عباس رض سے عرض کیا کہ اپنے علمی نوادرات بیان کیجئے - بتائیے کہ کیا تین طلاقیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رض کے عہد میں ایک طلاق نہیں ھوتی تھیں ؟ تو حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ ھاں ایسا ھی تھا - لیکن جب حضرت عمر رض کے عہد میں لوگوں نے پے درپے طلاقیں دینی شروع کردیں تو حضرت عمر نے انھیں ان پر نافذ کردیا (مسلم) -

> ایک روایت میں یوں ھے کہ ابو الصہباء نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ھے کہ آدمی اپنی بیوی کو ھاتھ لگانے سے پہلے ھی تین طلاقیں دے دیتا تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رض اور خلافت حضرت عمر رض کے ابتدائی زمانہ میں اسے ایک طلاق سمجھا جاتا تھا ؟ تو ابن عباس رض نے فرمایا کہ ھاں- جب آدمی اپنی بیوی کو ھاتھ لگانے سے پہلے ھی تین طلاقیں دے دیتا تھا - تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رض اور حضرت عمر رض کے ابتدائی خلافت کے دنوں میں اسے ایک طلاق ھی شمار کرتے تھے - لیکن جب حضرت عمر رض نے دیکھا کہ لوگ پے درپے طلاقیں دینے لگے ھیں تو انھوں نے فرمایا کہ ان تینوں طلاقوں کو ان پر نافذ کردو - (ابو داؤد) - (۳)

یہ روایت چونکہ سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے اور اس لحاظ سے اس پر کوئی اعتراض ممکن نہیں ہے لیز اس مضمون میں بالکل ہی صریح ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ و سلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیدیتا تھا تو اسے ایک طلاق رجعی شمار کیا جاتا تھا ۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانہٗ خلافت میں بھی اسی پر عمل ہوتا تھا - بعد میں چل کر کچھ وقتی حالات کے ماتحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ایسی صورت میں تینوں طلاقیں نافذ کردی جائیں - چنانچہ اس کے بعد سے تینوں طلاقیں نافذ کی جانے لگیں - اس لئے کچھ حضرات نے تو کمزور تاویلوں کا سہارا لیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ اس صورت میں ہوتا تھا جبکہ کسی شخص نے اس انداز سے طلاق دی ہو کہ ” تجھے طلاق ہے - تجھے طلاق ہے - “ کیونکہ اس انداز سے طلاق دینے میں تاکید کا احتمال ہو سکتا ہے - چنانچہ لوگوں سے دریافت کرلیا جاتا تھا کہ ان کی نیت ایک طلاق کی تھی یا تین طلاقوں کی تھی - اگر طلاق دینے والا کہتا کہ میری نیت ایک ہی طلاق کی تھی اور میں نے محض تاکید کیلئے طلاق کا لفظ تین مرتبہ کہا تھا تو اس کا بیان تسلیم کرلیا جاتا تھا - لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں میں وہ سچائی اور دیانت باقی نہیں رہی تھی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم اور صدیق اکبر رض کے عہد میں تھی اس لئے حضرت عمر رض نے فیصلہ دیدیا کہ آئندہ لوگوں کے بیان کا اعتبار نہیں کیا جائیگا ۔ اگر کوئی اس انداز سے بھی طلاق دیگا تو تین طلاقیں شمار کی جائینگی - لیکن اس تاویل کی کمزوری واضح ہے - روایت میں کوئی ایسا اشارہ موجود نہیں ہے جس سے سمجھا جاسکے کہ یہ فیصلہ محض اس انداز سے طلاق دینے کے متعلق تھا جو ان حضرات نے تصنیف فرمایا ہے - پھر یہ بات بھی قابل قبول نہیں ہے کہ حضرت عمر رض اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جو صحابہٗ کرام اور کبار تابعین کا زمانہ ہے ، لوگوں سے تقویٰ - دیانت ۔ امانت۔ صدق اور راستبازی اس حد تک رخصت ہو چکی تھی کہ وہ حلال اور حرام کے معاملات میں بھی غلط بیانیاں کرنے لگے تھے ۔ اگر حضرت عمر رض کے دور خلافت میں صحابہ اور تابعین کا یہ حال ہوچکا تھا تو تابدیگراں چہ رسد - بعد

والوں کے متعلق کیا تصور کیا جائیگا ۔ اور عجیب تر بات یہ ہے کہ حضرت عمر رض کے دور کے متعلق تو ان خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے جس کے متعلق حضور اکرم صلے اللہ علیہ و سلم نے خیر قرن ہونیکی شہادت دی ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم (میرا زمانہ بہترین زمانہ ہے ۔ اس کے بعد وہ زمانہ ہے جو اس سے متصل ہوگا اس کے بعد وہ زمانہ ہے جو اس سے متصل ہوگا) اور خود اپنے زمانہ کے متعلق ان حضرات کا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کے عہد کا تقویٰ ۔ دیانت ۔ امانت ۔ صدق اور راستبازی پھر دوبارہ لوٹ آیا ہے ۔ چنانچہ آج اگر کوئی شخص اس انداز سے طلاق دیکر یہ دعویٰ کرے کہ اسکی نیت ایک ہی طلاق کی تھی اور اس لیے طلاق کا لفظ تین مرتبہ محض تاکید کیلئے استعمال کیا تھا تو اس کا یہ قول قبول کرلیا جائیگا ۔ *

بعض دوسرے علماء نے یہ تاویل فرمائی ہے کہ یہ فیصلہ اس بیوی کے متعلق تھا جسے اس کے شوہر نے ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دیدی ہو ۔ جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں تصریح آگئی ہے ۔ ایسی بیوی پہلی ہی طلاق سے قطعی طور پر جدا ہوجاتی ہے ۔ لہذا اسے بعد میں جو دو طلاقیں دی جاتی ہیں وہ بے محل ہوتی ہیں۔ لیکن اسی تاویل میں بھی کوئی وزن نہیں ہے ۔ مسند احمد اور صحیح مسلم کی روایت میں ایسی کوئی تصریح موجود نہیں ہے بلکہ وہ عام الفاظ کے ساتھ بیان ہوئی ہے جس میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے ۔ رہ گئی ابو داؤد کی روایت تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر ایسی عورت کو تین طلاقیں دیدی جائیں جسے اس کے شوہر نے ابھی ہاتھ نہ لگایا ہو تو اس کا حکم بھی یہی ہے کہ اسکی تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہونگی ۔ ابو داؤد کی روایت میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ اگر مدخول بہا عورت کو تین طلاقیں دیدی جائیں تو اس کو تین طلاقیں پڑجائینگی ۔ محض اتنی سی بات سے کہ ابو داؤد کی روایت میں مدخول بہا عورت کا کوئی حکم بیان نہیں کیا گیا ہے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ اس کا حکم اس کے خلاف ہے ۔

---

* ملاحظہ ہو در مختار ج ۱، ص ۲۲۴

اس سلسلہ میں عجیب ترین بات یہ ہے کہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک اگر ایسی عورت کو بھی جسے اس کے شوہر نے ابھی ہاتھ نہ لگایا ہو تین طلاقیں دیدی جائیں کہ " میں نے تجھے تین طلاقیں دیدیں " تو اس صورت میں اسے تین طلاقیں ہی پڑتی ہیں ایک طلاق پھر بھی نہیں پڑتی - ایک طلاق محض اسی صورت میں پڑتی ہے جب کہ اس انداز سے الگ الگ کر کے طلاق دی جائے کہ " تجھے طلاق ہے - تجھے طلاق ہے - تجھے طلاق ہے -" *

روایت میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس سے فرق کر کے طلاق دینے کا مفہوم نکالا جاسکتا ہو- بلکہ اذا طلق امرأته ثلاثا جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیتا تھا) کا ظاہر مفہوم یہی ہے کہ وہ ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دیتا تھا کہ " میں نے تجھے تین طلاقیں دیدیں " - لہذا اس تاویل سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا -

کچھہ دوسرے علماء نے ابن عباس رضہ کی اس حدیث میں یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ صحیح سندات سے چونکہ یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ خود حضرت ابن عباس رضہ کا فتوی اپنی اس روایت کے خلاف تھا - چنانچہ مجاھد سے روایت ہے کہ

> ایک آدمی ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بتایا کہ اس نے بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں - تو ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ تم لوگ پہلے تو چل کر حماقت پر سوار ہوجاتے ہو - اس کے بعد پکارتے پھرتے ہو - اے ابن عباس ! اے ابن عباس ! حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی راہ نکال دیتا ہے - میں تیرے لئے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پاتا - تو نے اپنے آپ نا فرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی - حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ — "اے نبی ! جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو انہیں عدت کے شروع میں طلاق دیا کرو " -
>
> (ابو داؤد) (۴)

اس کے علاوہ دار قطنی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضہ کے کچھہ اور فتوے بھی نقل کئے ہیں جو اسی فتوے کے مطابق ہیں - ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ یہ بات کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف تو ابن عباس رضہ یہ روایت نقل کریں

---

* ملاحظہ ہو فتاویٰ ہندیہ ج ۲، ص ۳۹۱

کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ و سلم اور صدیق اکبر رض اور نیز حضرت عمر رض کے ابتدائی خلافت کے زمانہ میں تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوا کرتی تھیں اور حضرت عمر رض نے اس میں تبدیلی فرمادی تھی اور دوسری طرف وہ خود ھی اس روایت کے خلاف فتوے بھی دیتے رھیں - ان فتوون سے یہ بات ثابت ھوجاتی ھے کہ صحیح مسلم اور مسند احمد کی وہ روایت درست نہیں ھے جو طاؤس نے ابن عباس رض سے نقل کی ھے - اگر وہ روایت درست ھوتی تو ابن عباس رض کے فتاویٰ اس کے خلاف نہ ھوتے-

حیرت ھے کہ یہ حضرات اتنی موٹی سی بات کیوں نظر انداز کر جاتے ھیں کہ اسلام کے نظام مملکت میں خلیفہؑ وقت کی حیثیت مذھبی اور سیاسی اعتبار سے ایک مرکزی مقتدر ھستی(Central Authority) کی ھوتی ھے- جب وہ ارباب حل و عقد کے مشورہ سے کوئی فیصلہ صادر کردیتا ھے تو پھر اس کا سوال ھی پیدا نہیں ھو تاکہ لوگ اس فیصلہ کے خلاف فتوےصادر کرتے رھیں- اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ ایک منظم اور باقاعدہ نظام حکومت میں ھو ھی نہیں سکتا - یہ چیز تو صرف طوائف الملوکی یا مستبدانہ اور آمرانہ انداز حکومت ھی میں ممکن ھوسکتی ھے - حضرت عمر رض کے عہد میں یقیناً کچھ ایسے حالات رونما ھو گئے ھونگے جن کی بناء پر انھیں یہ فیصلہ فرمانا پڑا ھوگا - اور لازماً یہ فیصلہ اکابرین ملت سے باھمی مشورہ کے بعد ھی حضرت عمر رض نے نافذ کیا ھوگا- اس فیصلہ کے اعلان کے بعد یقیناً نہ کسی صحابی نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ھوگا اور نہ کسی جلیل القدر تابعی نے اور حقیقت یہ ھے کہ انھیں اس کے خلاف فتویٰ دینا بھی نہیں چاھئیے تھا- حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ و تابعین کے وہ تمام فتاویٰ جو تین طلاقوں کے نفاذ کے سلسلہ میں نقل کئے جاتے ھیں وہ سب کے سب اس فیصلہ کے بعد کے ھیں - اور ان کی وجہ بھی قطعاً وھی ھے جو خود حضرت عمر رض کے فیصلہ کی تھی - اگر وھی وجہ اور وھی حالات آج بھی باقی ھیں تو آج بھی وھی فیصلہ ھونا چاھئیے اور اگر وہ وجہ باقی نہیں رھی ھے اور حالات تبدیل ھوچکے ھیں تو اصل حکم کی طرف رجوع کرنا ضروری ھوگا - کوئی وجہ نہیں کہ اگر وقتی ضروریات اور ھنگامی حالات کے ماتحت کسی دور میں کوئی فیصلہ کرلیا گیا تھا تو قیامت تک اس فیصلہ پر نظر ثانی

نہ کی جائے- ہمیں نہ حضرت عمر رض کے اس فیصلہ سے انکار ہے اور نہ صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ سے - ہمیں اختلاف اس روش سے ہے کہ وقتی اور ہنگامی قوانین کو دوامی حیثیت دیدی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں امام ابن تیمیہ رح کی تصریحات قابل غور ہیں - وہ فرماتے ہیں کہ -

طاؤس کی حدیث پر یہ اعتراض کرنا غلط ہے کہ حضرت ابن عباس رض کا فتویٰ اس کے خلاف تھا - ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابن عباس رض سے اس قسم کی ایک ہی روایت بیان کیگئی ہے - لیکن ان کے ظاہر مذہب کا تقاضا یہ ہے جسپر ان کے تمام اصحاب کا عمل ہے کہ یہ بات ان کی حدیث پر عمل کرنے سے مانع نہیں ہوسکتی - جب کہ ابن عباس رض نے وہ عذر بھی بیان کردیا ہے جس کی وجہ سے حضرت عمر رض نے یہ تبدیلی فرمائی تھی کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں نافذ کردی جائیں - ابن عباس رض نے بھی حضرت عمر رض کی موافقت میں فتویٰ دیا ہو تو ان کا عذر بھی وہی ہوگا جو حضرت عمر رض کا عذر تھا کہ لوگ پے درپے طلاقیں دینے کی حماقت کرنے لگے تھے جسے خدا نے ان کے لیئے حرام ٹھرایا تھا - لہذا وہ لوگ سزا کے مستحق تھے اور ان کو یہ سزا دی گئی کہ ان کی دی ہوئی تینوں طلاقیں نافذ کردی گئی - بر خلاف اس کے جو اب تک ہوتا آرہا تھا- کیونکہ ان سے پہلے کے لوگ اس فعل حرام کو اس کثرت سے کرنے کا عادی نہیں تھے - (۵)

ضمیمہ

عربی حوالوں کے متن

(۱) و کذلک کل حدیث فیه ان النبی صلی اللہ علیه و سلم الزم الثلاث بیمین او قعها جملة او ان احدا فی زمنه اوقعها جملة فالزمه بذلک مثل حدیث یروی عن علی و اخر عن عبادة ابن الصامت و اخر عن الحسن عن ابن عمر و غیر ذلک فکلها احادیث ضعیفة باتفاق اهل العلم بالحدیث بل هی موضوعة و یعرف اهل العلم بنقد الحدیث انها موضوعة کما مبسوط فی موضعه - و اقوی ماورووه به انهم قالوا اثبت عن ابن عباس رض من غیر وجه انه افتی بلزوم الثلاث و جواب المستدلین ان ابن عباس روی عنه من طریق عکرمة ایضا انه کان یجعلها واحدة و ثبت عن عکرمة عن ابن عباس مایوافق حدیث طاؤس مرفوعا الی النبی صلی اللہ علیه و سلم و موقوفا علی ابن عباس و لم یثبت خلاف ذلک عن النبی صلی اللہ علیه و سلم فالمرفوع ان رکانة طلق امراته ثلاثا فردها علیه النبی صلی اللہ علیه و سلم - قال الامام احمد ابن حنبل رض فی سنده حدثنا سعید ابن ابراهیم حدثنا ابی عن ابن اسحق حدثنی داؤد ابن الحصین عن عکرمة مولی ابن عباس قال طلق رکانة بن عبد یزید اخو المطلب امراته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیها حزنا شدیدا قال فسأله رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم کیف طلقتها ؟ قال طلقتها ثلاثا- قال فقال فی مجلس واحد ؟ قال نعم- قال فانها تلک واحدة - فا رجعها ان شئت - قال فراجعها و کان ابن عباس یقول انما الطلاق عند طهر - قلت و هذا الحدیث قال فیه ابن اسحق حدثنی داؤد - و داؤد من شیوخ مالک و رجال البخاری و ابن اسحق اذا قال حدثنی فهوثقة عند اهل الحدیث و هذا اسناد جید وله شاهد من وجه اخر رواه ابوداؤد فی السنن - و لم یذکر ابوداؤد هذا الطریق الجید فلذلک ظن ان تطلیقه واحدة بائنا اصح - و لیس الامر کما قاله - بل الامام احمد رجح هذه الروایة علی تلک - و هو کما قال احمد و قد بسطنا الکلام علی ذلک فی موضوع اخر و هذا المروی عن ابن عباس فی حدیث رکانة رض من وجهین - و هو روایة عکرمة عن ابن عباس رض من وجهین عن عکرمة و هو اثبت من روایة عبداللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانة و نافع ابن عجین انه طلقها البتة و ان النبی صلی اللہ علیه و سلم استحلفه فقال ما اردت الا واحدة ؟ فان هؤلاء مجاهیل لا تعرف

احوالهم و ليسوا فقهاء ـ و قد ضعف حديثهم احمد ابن حنبل و ابو عبيد و ابن حزم وغيرهم ـ و قال احمد ابن حنبل حديث ركانة فى البتة ليس بشئ ـ و قال ايضاً حديث ركانة لايثبت انه طلق امراته البته" لان ابن اسحق يرويه عن داؤد ابن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس ان ركانة طلق امراته ثلاثا ـ و اهل المدينه" يسمون من طلق ثلاثا طلق البته" ـ و هذا يدل على ثبوت الحديث عنده و قد بينه غيره من الحفاظ و هذا الاسناد و هو قول ابن اسحق حدثنى داؤد ابن الحصين عن عكرمه" عن ابن عباس هو اسناد ثابت عن احمد وغيره من العلماء ـ و بهذا الاسناد روى ان النبى صلى الله عليه و سلم ردابنته زينب على زوجها بالنكاح الاول و صحح ذلک احمد وغيره من العلماء و ابن اسحق اذا قال حدثنى فحديثه صحيح عند اهل الحديث انمايخاف عليه التدليس اذا اعتقد ـ و قد روى ابو داؤد فى سننه هذا عن ابن عباس من وجه آخر و كلاهما يوافق حديث طاؤس عنه و احمد كان يعارض حديث طاؤس بحديث فاطمة بنت قيس ان زوجها طلقها ثلاثا و نحوه و كان احمد يرى جمع الثلاث جائزاً ـ ثم رجع احمد عن ذلک و قال تدبرت القرآن فوجدت الطلاق الذى فيه هوالرجعى او كما قال و استقر مذهبه على ذلک و عليه جمهور اصحابه و تبين من حديث فاطمة انها كانت مطلقة ثلاثا متفرقات لا مجموعه ـ و قد ثبت عنده حديثان عن النبى صلى الله عليه و سلم ان من جمع ثلاثا لم يلزمه الا واحدة و ليس عن النبى صلى الله عليه و سلم ما يخالف ذلک ـ بل القرآن يوافق ذلک و النهى عنده يقتضى الفساد ـ فهذه النصوص و الاصول الثابتة عنه تقتضى من مذهبه انه لايلزمه الا واحدة و عدله عن القول بحديث ركانة و غيره كان اولا لما عارض ذلک عنده من جواز جمع الثلاث فكان ذلک يدل على النسخ ـ ثم انه رجع عن المعارضة و تبين له فسادهذا المعارض و ان جمع الثلاث لايجوز فوجب على اصله العمل بالنصوص السالمة عن المعارض ـ

(مجموعه فتاوى شيخ الاسلام تقى الدين ابن تيميه ـ

مطبعه كردستان العلميه ، قاهره (۱۳۲۸ھ)،

(ج ۳، ص ۱۸-۲۰)

(۲) و ذهبت طائفة من اهل العلم الى ان الطلاق لايطبع الطلاق بل يقع واحدة فقط و قد حكى ذلک صاحب البحر عن ابى موسى و روايه" عن على عليه السلام و ابن عباس و طاؤس و عطاء و جابر ابن زيد و الهادى و القاسم و الباقر و الناصر و احمد ابن عيسى و عبدالله ابن موسى بن عبدالله و روايه" عن زيد ابن على و اليه ذهب جماعه" من المتاخرين منهم ابن تيميه و ابن القيم و جماعه" من المحققين و قد نقله ابن مغيث فى كتاب الوثائق عن محمد ابن وضاح و نقل الفتوى بذلک عن جماعه" من مشائخ قرطبه" كمحمد ابن بقي و محمد ابن عبدالسلام و غيرهما و نقله ابن المنذر عن اصحاب

ابن‌عباس کعطاء و طاؤس و عمر و ابن‌دینار و حکاه ابن مغیث ایضاً فی ذلک الکتاب عن علی رضی‌الله عنه و ابن مسعود و عبدالرحمن ابن عوف و الزبیر -

(نیل الاوطار ، شوکانی ، ج ٦ ، ص ۲۴۵)

(۳) و قد روی طاؤس عن ابن عباس قال : کان الطلاق علی عہد رسول‌اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و ابی‌بکر و سنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ ، فقال عمر ابن‌الخطاب ان الناس استعجلوا فی امر کانت لهم فیہ اناۃ - فلوا امضیناہ علیهم - فامضاہ علیهم رواہ احمد و مسلم - و فی روایۃ عن طاؤس ان اباالصہباء قال لابن عباس ہات من ہناتک ، الم یکن طلاق الثلاث علی عہد رسول‌اللہ صلی‌اللہ علیہ و سلم و ابی‌بکر واحدۃ - قال قد کان ذلک ما کان فی عہد عمر تتابع الناس فی الطلاق فاجازہ علیهم - رواہ مسلم و فی روایۃ - اما علمت ان الرجل کان اذ طلق امراتہ ثلاثا قبل ان یدخل بها جعلوها واحدۃ علی عہد رسول‌اللہ صلی‌اللہ علیہ و سلم و ابی بکر و صدراً من امارۃ عمر رضہ قال ابن عباس رضہ : بلی ، کان الرجل اذا طلق امراتہ ثلاثا قبل ان یدخل بها جعلوها واحدۃ علی عہد رسول‌اللہ صلی‌اللہ علیہ و سلم و ابی‌بکر و صدرا من امارۃ عمر ، فلما رای الناس قدتتابعوا فیها قال : اجیزوهن علیهم - رواہ ابو داؤد

(ایضاً ، ص ۲۴۵)

(۴) جاءہ رجل فقال انہ طلق امراتہ ثلاثا فقال ینطلق احدکم فیرکب الحموقۃ ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس - فان‌اللہ تعالیٰ قال : '' و من یتق‌اللہ یجعل لہ مخرجاً '' فما اجدلک مخرجا ، عصیت ربک و بانت منک امراتک - فان اللہ تعالیٰ قال یا ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن فی قبل عدتهن -

لابی داؤد

(جمع الفوائد ، امام محمد سلیمان ، مطبعہ خیریہ میرٹھ

۱۳۴۵ ھ ، ج ۱ ، ص ۲۳۱)

(۵) و لیس یدل حدیث طاؤس بفتیا ابن‌عباس بخلافہ و ہذا علم فی احدی الروایتین عنہ و لکن ظاہر مذہبہ الذی علیہ اصحابہ ان ذلک لایقدح فی‌العمل بالحدیث لاسیما و قد بین ابن عباس عذر عمر ابن‌الخطاب رضی‌اللہ عنہ فی الالزام بالثلاث - و ابن عباس عذرہ ہوالعذر الذی ذکرہ عن عمر رضی‌اللہ عنہ و ہو ان الناس لما تتابعوا فیما حرم‌اللہ علیهم استحقوا العقوبۃ علی ذلک فعوقبوا بلزومہ بخلاف ما کانوا علیہ قبل ذلک فانهم لم یکونوا مکثرین من فعل المحرم-

(مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ، حوالۂ سابقہ)